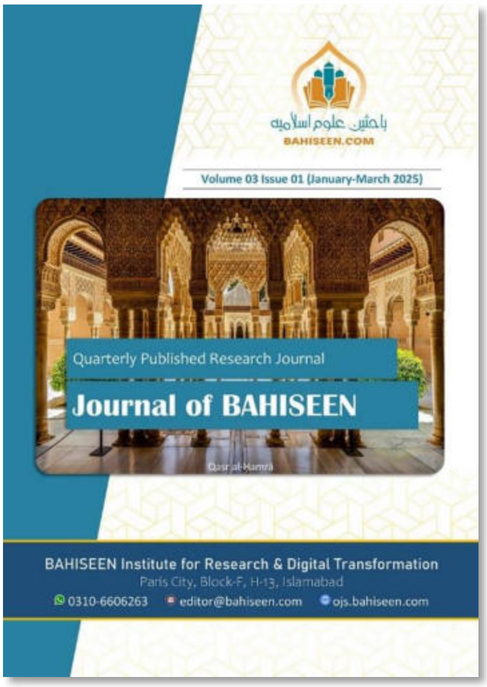

Title
Journal of BAHISEEN
Issue
Volume 03, Issue 01,
January-March 2025
ISSN
ISSN (Online): 2959-4758
ISSN (Print): 2959-474X
Frequency
Quarterly
Copyright ©
Year: 2025
Type: CC-BY-NC
Availability
Open Access
Website
ojs.bahiseen.com
Email
editor@bahiseen.com
Contact
+923106606263
Publisher
BAHISEEN Institute for Research & Digital Transformation, Islamabad

قراءاتِ قرآنیہ کی تدوین: تعارف و تجزیہ

Compilation of Qirāʾāt-i Qurʾāniyya: Introduction and Analysis

Hafiza Tahira
PhD Scholar Department of Islamic Thought,
History & Culture Allama Iqbal Open University, Islamabad
Email: fozanbassam1979@gmail.com
Qaria Rashida Khanam
Lecturer Department of Arabic Government College University, Faisalabad

Abstract

Qirā'āt (Quranic readings) refer to the different ways in which the Quran has been recited throughout history. These variations are not merely differences in pronunciation but have significant implications for Islamic interpretation (Tafsir), jurisprudence (Fiqh), and Quranic sciences. This study explores the origins of Qirā'āt, their classification into Mutawātir (widely accepted) and Shādhdh (irregular) readings, and their role in shaping Islamic scholarship. Using an analytical, historical, and comparative approach, the research examines the works of prominent scholars like Imam Ibn al-Jazari, Imam Ibn Mujāhid, Imam Razi, and Imam Qurtubi to understand how Qirā'āt have been validated and applied in Islamic law. It highlights the role of Rasm Uthmani (the standardized Quranic script) in preserving the Quran's authenticity and ensuring that the accepted Qirā'āt align with the Prophet's recitation. The findings suggest that Qirā'āt have influenced key Islamic rulings on Wudu (ablution), inheritance, and other legal matters, demonstrating their importance beyond mere recitation. While Mutawātir Qirā'āt are used in Fiqh and Tafsir, Shādhdh Qirā'āt are primarily studied for linguistic and historical insights. The research underscores the contributions of Imam Ibn Mujāhid, who played a crucial role in standardizing Qirā'āt and distinguishing between authentic and unauthentic readings. Today, Qirā'āt have limited direct application in modern Islamic law but remain vital for Tafsir, Tajweed, and Quranic preservation. This study affirms that Qirā'āt are not just an oral tradition but an integral part of Islamic jurisprudence and Quranic interpretation, reinforcing the Quran's linguistic and legal depth. Understanding these readings allows scholars and students to appreciate the diversity within the Quranic tradition and its impact on Islamic thought. While their influence on contemporary legal rulings has diminished, Qirā'āt continue to shape Quranic studies, linguistic research, and historical analysis, ensuring the Quran's recitational integrity across generations.

Keywords: Qirā'āt, Quranic Readings, Islamic Jurisprudence, Tafsir, Mutawātir, Shādhdh, Rasm Uthmani, Tajweed, Islamic Law, Quranic Sciences, Imam Ibn Mujāhid, Quranic Preservation, Linguistic Studies, Islamic Interpretation

مقدمہ

قرآن کریم کے کسی کلمہ میں دو متواتر قراءات پائی جائیں تو مفسرین و فقہاء کے نزدیک وہ دو آیات کی طرح ہیں۔ انکی توضیح اس طرح کی جائے گی جیسے ایک مسئلہ میں وارد دو آیات کی تفسیر و توضیح کی جاتی ہے۔ امام الجصاصؒ احکام القرآن میں لکھتے ہیں:

"وهاتان القراءتان قد نزل بهما القرآن جميعاً ونقلتها الامة تلقّياً من رسول الله ﷺ۔"[1]

"ان دونوں قراءات کا حکم یہ ہے کہ قرآن ان دونوں کے ساتھ نازل ہوا۔ اور امت نے ان کو رسول اللہ ﷺ سے تلقی سے حاصل کیا"۔

مزید لکھتے ہیں:

وایضاً فإنّ القرائتین کالآیتین فی إحداھما الغسل و فی الأخری المسح لاحتمالھما للمعنین فلو وردت آیتان، إحداھما توجب الغسل والاخریٰ المسح، لمّا جاز ترک الغسل اِلٰی المسح"۔[2]

دو قراءات حکم میں دو آیات کی طرح ہیں جس میں ایک کے مطابق دھونا اور دوسری کے مطابق مسح کا معنیٰ مراد لیا جائے گا کیونکہ ان میں دونوں معنیٰ کا احتمال ہے۔ چنانچہ اگر بالفرض دو آیات نازل ہوتیں، ایک میں دھونے جبکہ دوسری میں غسل کا حکم ہوتا تب بھی دھونے کو مسح کے مقابلہ میں ترک کرنا جائز نہ ہوتا۔"

جلیل القدر تابعی امام مجاہدؒ بیان فرماتے ہیں:

"لو کنت قرات قراءۃ ابن مسعود لم أحتجّ ان أسال ابن عباس عن کثیر من القرآن مما سالت"۔[3]

"اگر میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءات پڑھ لی ہوتیں تو مجھے ان تمام سوالات کی احتیاج نہ ہوتی جو میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے قرآن کے متعلق کیے۔"

تفسیر قرطبی میں ہے:

ولیس من المتشابه ان تقراء الآیة بقراءتین، ویکون الاسم محتملًا اور مجملًا یحتاج اِلٰی تفسیر لانَّ الواجب منه قدر ما یتناوله الاسم او جمیعه والقراءاتان کالآیتین یجب العمل بموجبهما جمیعاً"۔[4]

یہ بات متشابہہ میں سے نہیں ہے کہ کوئی آیت دو قراءات میں پڑھی گئی ہو۔ اور اس میں احتمال یا اجمال کی وجہ سے تفسیر کا محتاج ہو۔ کیونکہ ثابت تو اس میں اسقدر ہو گا جسکو اسم شامل ہو گا یا تمام ثابت ہو گا۔ اور دو قراءاتین دو آیتوں کی طرح ہیں، دونوں کے موجب پر عمل کرنا ضروری ہے۔"

کلام باری کا یہ اعجاز ہے کہ یہ ہر زمانہ اور قوم کے لیے ہدایت ہے۔ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا، سورۃ یوسف کا آغاز ہے:

﴿الر تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ (١) إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قرآنا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (٢) نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقرآن وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ (٣) ﴾[5]

"یہ کتابِ روشن کی آیات ہیں۔ بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے تاکہ تم سمجھو۔ اس قرآن کو وحی کرکے ہم آپ پر بہترین قصّے (واقعات) بیان کرتے ہیں اگرچہ آپ اس سے پہلے بے خبر تھے۔"

ہر زبان کا ایک خاص لب ولہجہ اور بولنے کا انداز ہوتا ہے۔ عربی زبان ایک فصیح و بلیغ زبان ہے۔ عرب اپنے سواء دوسری اقوام کو عجم (گونگا) تصور کرتے ہیں۔ یعنی انہیں ہمیشہ اپنی زبان دانی پر ہمیشہ ناز رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ أفصح العرب تھے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خود قرآن کی تعلیم دی اور فرمایا:

(قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «اقْرَءُوا الْقرآن بِلُحُونِ الْعَرَبِ وأَصْوَاتِها)[6]

"قرآن کریم کو عرب کے لب ولہجہ اور آوازوں میں پڑھا کرو۔"

حدیث شریف میں ہے:

(عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ بَشَّرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: "مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًّا كَمَا أُنْزِلَ)[7]

"عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں بشارت سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص چاہتا ہو کہ قرآن کو بغیر کسی تبدیلی اور تغیر کے ویسے ہی پڑھے جیسے نازل ہوا ہے۔"

مذکورہ آیات و احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ قرآن حکیم کو خلافِ تجوید تلاوت کرنے سے اس کی عربیت اور لب و لہجہ متغیّر ہو جائے گا۔

علم تجوید و قراءات

یہ علم تمام علوم سے افضل و ارفع ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق براہ راست متنِ قرآن سے ہے۔ یہ کلام مبین عظیم الشان ہے۔ اور اس سے متعلق جملہ علوم بھی اشرف و اعلیٰ شمار کیے جاتے ہیں۔ نزول قرآن سے لیکر اب تک اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں خادمین کی بڑی جماعت کو خدمت قرآن میں لگائے رکھا۔ جنھوں نے مختلف جہات سے جملہ علوم القرآن (تجوید و قراءات، تفسیر، نحو و صرف) میں حسبِ توفیق اپنا حصہ ڈالا۔ علومِ اسلامیہ کا طالب علم اس امر سے بخوبی آگاہ ہے کہ علماء و مشائخ نہ صرف مفسّر، محدّث، مفتی، نحوی، مؤرّخ، قاری، حافظ کے مرتبہ پر فائز ہوتے بلکہ مذکورہ علوم سے متعلقہ علوم میں بھی کامل دسترس رکھتے۔ امام رازیؒ اور امام قرطبیؒ انہی علماء میں سے ہیں جنھوں نے اپنی تفاسیر میں علم تفسیر کے ساتھ ساتھ دیگر علوم کا بھی تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ اور جہاں جہاں مختلف صاحبِ اختیار قراء کی قراءات وارد ہوئیں۔ ان سے توجیہ نحوی اور توجیہ معنوی ذکر کرتے ہوئے دلیل لی ہے اور تمام پہلوؤں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ کیونکہ آیات و کلمات قرآنیہ کی تفسیری ترجیح میں استدلال بالقراءات علماء و مفسرین کا منہج رہا ہے۔ آئمہ مذکورہ نے کلماتِ قرآنیہ کے فہم و تعیین معنیٰ میں متعدد قراءات کی لغوی، فقہی، نحوی اور کلامی ترجیح اور وجہ پر اعتماد کیا ہے اور امت کے لیے سہولت کے ممکنہ پہلو واضح کیے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾[8]

"جس امر سے واقف نہیں ہو اس کی بابت اہل علم سے سوال کیا کرو۔"

قراءات کی لغوی تعریف

اہل لغت نے لفظ قراءۃ کی متنوّع تعریفیں اور مصادر بیان کیے ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ قراء یقراء جس کا مصدر قراءۃ یعنی پڑھنا سے ماخوذ ہے۔ جس کی جمع قراءات آتی ہے، مصدر قراءۃ اور قرآن عربی لغت میں دونوں مذکور ہیں۔ جو بمعنیٰ تلا یتلو تلاوۃ ہے۔ دوسرا بمعنیٰ الجمع الضم ہے۔ یعنی کسی چیز کو ملانا یا جمع کرنا، قرآن میں چونکہ متعدّد آیات و سُور اور پارے ہیں۔ مؤخر الذکر معنیٰ اس لیے مراد لیا جاتا ہے کہ قرآن آیات، سُور اور پاروں کا مجموعہ ہے۔ عربی کا مقولہ ہے:

"ماقراءۃ هذه الناقة جنيًا قطاً۔"[9] "یہ اونٹنی کبھی حاملہ نہیں ہوئی۔"

"سمّي الْقرآن لِأنه يجمع السورَ ويضمها۔"[10]

"قرآن حکیم کو اس نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ وہ سورتوں کو جمع کرنے والا ہے۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقرآنهُ﴾[11]

"اس کا جمع کرنا اور پڑھا جانا ہمارے ذمہ ہے۔"

درج بالا آیت میں قرآن سے مراد بار بار پڑھی جانے والی کتاب ہے کیونکہ جمع و ضم کے لیے الگ کلمہ وارد ہوا۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

"وأما القرآن فاختلف فيه فقال جماعة: هو اسم علم غير مشتق خاص بكلام الله فهو غير مهموز وبه قرأ ابن كثير وهو مروي عن الشافعي أخرج البيهقي والخطيب وغيرهما عنه أنه كان يهمز (قراءة) ولا يهمز (القرآن) ويقول: القرآن اسم وليس بمهموز ولم يؤخذ من قراءة ولكنه اسم لكتاب الله مثل التوراة والإنجيل-" [12]

"لفظ قرآن میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ اسم علم ہے اور مشتق نہیں ہے۔ اور رب تعالیٰ کے کلام کے لیے مخصوص ہے۔ اور ھمزہ والا نہیں ہے۔ ابن کثیرؒ نے بھی غیر مہموز (قران) پڑھا ہے۔ (یعنی ہمزہ کا تلفّظ نہیں کیا ہے)۔ اور امام شافعیؒ سے بھی یہی مروی ہے۔ امام بیہقی اور علامہ الخطیبؒ وغیر ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ لفظ قراءات میں ھمزہ کا تلفظ کرتے تھے لیکن (قرآن) کو بغیر ھمزہ کے پڑھا کرتے تھے۔ قرآن اسم ہے نہ کہ کلمہ قراءۃ کی طرح مہموز اللام اور یہ کلمہ اس سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ یہ کتاب کا نام ہے۔ جیسے تورات انجیل آسمانی کتب کے خاص نام ہیں۔"

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات مترشح ہے کہ کلمہ قرآن سے متعلق چند اقوال قابل اعتناء ہیں۔ پہلا قرآن بمعنیٰ جمع و ضم، دوسرا قراء یقراء سے ماخوذ، تیسرا کلام الٰہی کے لیے گزشتہ کتب تورات، زبور، انجیل کی طرح مخصوص نام۔ یعنی کلمہ قرآن کو اس کلام سے موسوم کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

قراءات کا اصلاحی مفہوم

دنیا میں مروّج زبانوں میں لغتِ عرب کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں نزولِ قرآن ہوا۔ جو ہر قسم کی خامی سے مبرّا ہے۔
﴿قرآنا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾[13]

لیکن دوسری طرف اس کی پڑھت اور تلفّظ میں معمولی تغیر سے معنیٰ میں واضح تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ قرآن سے پہلے نازل ہونے والی کتب بھی اس دور میں مروّج زبانوں میں نازل ہوئیں۔ جو اہل زمانہ کے لیے عام فہم تھیں۔ لُغتِ عرب کا معاملہ قدرے مختلف ہے۔ عرب کی سرزمین میں آباد لوگ بھی باہم لہجات میں متفرق تھے حتیٰ کہ بعض حروف کے مخارج تک بھی متنوع تھے۔ مخرج کی تبدیلی کے سبب اس کی آواز میں بھی واضح فرق پیدا ہو جاتا۔ اس کی ممکنہ درج ذیل اقسام بن سکتی ہیں۔

1. فتحہ اور امالہ کا اختلاف (جیسے ابراہیم کی ھاء پر فتحہ اور امالہ والی دونوں وجوہ قراءات متواترۃ میں موجود ہیں)۔
2. مد میں طول اور قصر کا اختلاف۔
3. رسم میں اختلاف کے سبب کلمات کی ادائیگی میں کمی اور زیادتی۔ (چونکہ رسمِ مصاحف عثمانیہ میں حرکات، نقطے، شدّ و مد کی رعایت موجود نہیں تھی)۔

قراءات کی اقسام

قرآن حکیم کا سات حروف پر نزول متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تمام حروف بالمشافہ اخذ کیے۔ سبعة أحرف سے تعدّد قراءات مراد ہے۔ بعض صحابہ ایک حرف کے ماہر ہوتے تو دیگر کو ایک یا بیشتر کو حروف میں تبحّر حاصل ہوتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارتحال کے بعد اصحاب رضی اللہ عنہم دنیا کے مختلف علاقوں میں جا بسے۔ اور انہوں نے جس جس حرف کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا اُسی طرح لوگوں کو پڑھانا اور سکھانا شروع کیا۔ جس کے نتیجے میں تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم کی ایک بہت بڑی جماعت تیار ہوئی، ان قراء تک پہنچا۔ اُن کی زندگیاں خدمت قرآن کے لیے وقف تھیں۔ اور تعلیم و تعلّم کا یہ عالم تھا کہ ایک قاری کی خدمت میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ قرآن سیکھنے

کے لیے جمع ہوتے۔ اور تعلیم قرآن میں یہ مرجع خلائق بن گئے۔ مثلاً: قراء عشرہ میں تیسرے قاری ابو عمرو بصری جب کوفہ تشریف لائے تو لوگوں کا اس قدر ازدحام ہوا کہ شمار کرنا مشکل تھا۔

قراءات کو ہم دو اعتبار سے تقسیم کرسکتے ہیں:

1) اقسام قراءات باعتبار سند و نقل 2) اقسام قراءات باعتبارِ تدوین

باعتبار سند

کلمات قرآنیہ دو قسم پر ہیں۔ پہلی قسم کے کلمات وہ ہیں جن میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ وہ متفق علیہ ہیں۔ جن کی تلفّظ و ادائیگی، صیغہ و اعراب اور افعال کی تعریف بلحاظ حاضر و مجہول وغیرہ میں سب ایک رائے رکھتے ہیں۔ اور صدر اول سے دور حاضر تک بالتواتر منقول ہیں۔ یعنی راویان قراءات اور قراء عشرۃ کی قراءات، روایات اور طرق جو قراءات عشرۃ کے نام سے معروف ہیں۔ اس کے علاوہ قراءات میں اختلافات موجود ہیں۔ علامہ السیوطیؒ الاتقان میں لکھتے ہے:

"القراءة تنقسم إلى متواتر وآحاد وشاذ فالمتواتر القراءات السبعة المشهورة والآحاد قراءات الثلاثة التي هي تمام العشر ويلحق بها قراءة الصحابة والشاذ قراءات التابعين كالامام الأعمش ويحيى بن وثاب وابن جبير ونحوهم"۔[14]

"قراءات کی تین اقسام ہیں: متواتر، آحاد اور شاذ۔ قراءات سبعہ مشہورہ متواترۃ ہیں۔ آحاد میں قراءات ثلاثۃ ہیں جو قراءات سبعہ کے ساتھ مل کر عشرۃ کہلاتی ہیں۔ ان قراءات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں اور شاذ قراءات سے مراد وہ قراءات ہیں جو تابعین سے منسوب ہیں۔ مثلاً امام اَعمش، یحیٰی بن وثاب، مجاھد اور ابن جبیر کی قراءات"۔

سند در حقیقت دین ہے۔ اسی کے ذریعے قرآن و سنت کا مِن اللہ ہونے کا ثبوتِ ایقان حاصل ہوتا ہے۔ اور اسی کی برکت سے وارثانِ انبیاء نے ان مُتون کو ہر قسم کی تعریف و تبدیلی اور ترمیم و اضافے سے بحفاظت ہم تک پہنچایا ہے۔ یہ مسلم اُمّہ میں آئمہ قراء کرام اور محدثین عظام کی مساعی اور خلوص کی برکت ہے کہ انہوں نے اسناد کا اہتمام کرکے انتہائی حزم و احتیاط کو ملحوظ رکھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کا واحد صادقہ راستہ ہے، سند کی اہمیت سے چشم پوشی یا انکار رب تعالیٰ کے عطاء کی گئی نعمتوں سے رُوگردانی ہے۔

باعتبار تدوین

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾[15]

"اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو رب کی طرف سے آپ کی طرف نازل کیا گیا، اسے لوگوں تک پہنچایئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ اللہ آپکو لوگوں سے بچائے گا یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔"

اس آیت کا مصداق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی منزل من اللہ کو من و عن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھایا اور حکم دیا۔

(بلغوا عني ولوْ آية، وحدثوا عن بني إسرائيل ولا حرج، ومن كذب علي متعمّدا فليتبوأ مقعده من النّار)[16]

"مجھ سے تمہیں آیت بھی پہنچے تو اسے آگے پہنچادو اور بنی اسرائیل کی روایات بیان کرنے میں حرج نہیں اور جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ اصحاب بالخصوص اور تمام صحابہ بھی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن و سنت سیکھنے میں مشغول رہتے۔
صحیح بخاری میں کتاب المغازی کے باب غزوة الرجيع ورعل وذكوان وبئرمعونة میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

"قال: بعث النبيّ ﷺسبعِين رجلا لحاجة، يقال لهم: القراء، فعرض لهم حيان من بني سليم رعل وذكوان، عند بئر يقال لها: بئر معونة، الی آخرالحدیث"۔[17]

"فرمایا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر آدمیوں کو تبلیغ کے لیے بھیجا جنہیں قراء کہا جاتا تھا۔ دوران سفر کنوئیں کے قریب بنو سلیم کے دو قبائل رعل اور ذکوان نے اِن پر حملہ کر دیا۔ اور اس کنوئیں کو بئرِ معونۃ کہا جاتا تھا۔"

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مذکورہ اَصحاب و دیگر نے قرآن حکیم سے متعلقہ علوم میں مہارت تامّہ حاصل کی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان قاری صحابہ کو اطراف و اکناف عالم میں تعلیم کے لیے بھیجتے۔ جیسے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ہجرت سے قبل مدینہ منورہ میں اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا۔ صحیح مسلم میں ہے:

"حدّثنا أَبو بردة عن أبيه قال: بعثني رسول الله ﷺومعاذا إلى الْيمن"۔[18]

صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم کی خدمات قرآن

صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم کی ایک کثیر تعداد نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ صدرِ اوّل سے ہی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ صحابیات نے بھی تعمیر و اصلاح میں اپنا کردار علم کی روشنی کے سبب تاریک ذہنوں میں اجالا کیا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے مرد و خواتین پر حصولِ علم فرض ہے:

"قال رسول اللَّه ﷺ: «طلب الْعلْم فريضة على كل مسْلم»"۔[19]

"علم حاصل کرنا مرد و خواتین پر یکساں فرض ہے"۔

معاشرہ کی اصلاح و فساد، بناؤ بگاڑ اور بچوں کی تربیت کا تعلق مرد حضرات کی نسبت عورتوں سے کسی قدر زیادہ ہے۔ کیونکہ ماں کی گود انسان کا پہلا مدرسہ ہے۔ اور بچوں کا بچپن (جو ان کے کردار کی بنیاد ہوتا ہے) باپ کی نسبت ماں کے ساتھ زیادہ گزرتا ہے۔ ایک عورت کی اصلاح ایک نسل کی اصلاح ہے۔ انکی تعلیم و تربیت سے ہی ایک صحت مند معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم قرآن کے سلسلہ میں عورتوں پر خاص توجہ فرماتے اور بعض محافل میں بالخصوص خواتین سے مخاطب ہو کر وعظ فرماتے۔

ارکان قراءات میں علماء

رکن اول: مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے ساتھ موافقت

قراءات قرآنیہ کے ارکانِ ثلاثہ میں سے پہلا رکن مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے ساتھ موافقت جس پر صحابہ اور امت کے اسلاف متقدمین و متاخرین کا اجماع ہے۔ اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اس پر تمام امت متفق ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اور ان کی کمیٹی نے بتوفیق اللہ کتابت مصاحف کا کام کیا۔ اور عرصہ اخیرہ کے موافق مصاحف کی رعایت کی۔ اور اس کے علاوہ جتنے مصاحف تھے انہیں حکمت کے پیش نظر تلف کروا دیا گیا۔

ایسا شخص جو رسمِ مصحف کی مخالفت کرتے ہوئے دوسری قراءۃ (اگرچہ وہ ثقات کے طریق سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو) جو اجماع کے بر خلاف خبر واحد کو اختیار کرے اسکا طرز عمل ایسا ہی سمجھا جائے گا جیسے صحیح کے مقابلہ میں شواذ احادیث پر عمل پیرا ہونا۔ اس ضمن میں درج ذیل باتیں اہم ہیں:

1) یاد رہے کہ جمیع مصاحف عثمانیہ کی موافقت شرط نہیں ہے بلکہ مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک مصحف کی موافقت ہو۔

مثال: قراء سبعہ میں ابن عامر شامیؒ سورۃ بقرۃ کی آیۃ﴿قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ﴾[20] کو بغیر واؤ کے پڑھتے ہیں۔ دیگر مصاحف میں بالواؤ﴿قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ﴾ ہے۔ یہ اسی سبب ہے کہ جو مصحف سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے شام روانہ فرمایا اس میں اس آیت کا رسم بغیر واؤ کے منقول تھا۔ یعنی ابن عامر شامیؒ کی قراءۃ مقبولہ بغیر واؤ کے ہے۔

مثال: سورۃ التوبۃ کی آیت 100 میں﴿جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ﴾[21] لفظ من کا اضافہ ہے۔ جو عبداللہ بن کثیر مکیؒ کی قراءۃ ہے۔ جبکہ باقی قراء﴿جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ ﴾ بغیر من کے پڑھتے ہیں۔ جبکہ مکی مصحف میں اس کا رسم "من" کے ساتھ ہے۔

علامہ قرطبیؒ احکام القرآن میں لکھتے ہیں:

"وما وجد بين هؤلاء القراء السبعة من الاختلاف في حروف يزيدها بعضهم وينقصها بعضهم فذلك لأن كلا منهم اعتمد على ما بلغه في مصحفه ورواه، إذ قد كان عثمان كتب تلك المواضع في بعض النسخ ولم يكتبها في بعض إشعارا بأن كل ذلك صحيح، وان القراء بكل منها جائزة"۔[22]

"مصحف قرآنیہ کی بابت قراء سبعہ میں سے کسی قاری کے لیے ایسا اختلاف سامنے نہیں آیا کہ ان قراءات میں اضافہ یا نقصان کریں۔ اس لیے کہ انہوں نے ان مصاحف پر اعتماد کیا اور اسے روایت کیا جو مصاحف ان تک پہنچے۔ جبکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بعض نسخوں میں جو الفاظ لکھوائے وہ بعض دوسرے نسخوں میں موجود نہیں تھے۔ یہ بات سمجھاتے ہوئے کہ ہر مصحف صحیح ہے اور ان میں ہر قراءۃ جائز ہے"۔

رکن دوم: لغتِ عرب سے موافقت

یعنی قراءۃ منقولہ کی وجہ لغتِ عرب میں مشہور اور عام فہم، فصیح ہو یا افصح، شرط یہ ہے کہ کلیۃً کلام عرب سے خارج نہ ہو اور راجح قراءۃ ہو۔

مثال جیسے سورۃ الانعام میں کلمۃ﴿شُرَكَائِهِمْ ﴾[23] کو امام حمزہؒ نے بالکسر پڑھا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے قراء کی وجوہ ہیں۔ یہ تمام وجوہ فصیح کلام عرب میں جائز ہیں۔

رکن سوم نقل المتواتر یا صحیح المحتف بالقرائن

اس ضمن میں امام غزالی نے ایسا ضابطہ مقرر کیا کہ (کلام اللہ چونکہ کلام معجز ہے) قرآن انسانیت کے رشد وہدایت کے لیے تو اس کے الفاظ اس حد تک اعجاز رکھتے ہوں کہ پوری کائنات میں کوئی اس جیسا کلام لانے سے عاجز ہو تو یہ ضروری امر ہے کہ اس کے الفاظ متواتر ہوں۔ وہ صرف ان الفاظ کی قرآنیت کے قائل ہیں جو تواتر سے ثابت ہوں۔

المستصفیٰ عن علم الاصول میں ہے:

"العادة تقضي بأن مثل هذا الكتاب الذي يكون هاديا للخلق، معجزا على وجه لو اجتمعت الإنس والجن على أن يأتوا بسورة من مثله لم يقدروا عليه، يمتنع أن لا يتواتر في تفاصيله، أي في أصله وأجزائه ووضعه وترتيبه ومحله ; إذ الدواعي تتوفر على نقله إلى أن يصير شائعا مستفيضا متواترا. فما لم يبلغ إلى حد التواتر يقطع بأنه ليس من القرآن"۔[24]

وہ کتاب جو خلق کے لیے رشد وہدایت کا مرکز ہے تو ضروری ہے کہ وہ اس جیسی سورۃ نہ بنا سکیں بقدر استطاعت، اسی سبب یہ امر لازم ہے کہ اس کے الفاظ متواتر ہوں۔ اور تواتر کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بات مشہور ہو زبان زد عام ہو لیکن اگر وہ الفاظ حدِ تواتر کو نہیں پہنچتے تو اس پر قرآنیت

کا اطلاق نہیں ہو گا۔ علمائے قراءات میں سے چند علماء اس شرط میں امام غزالی کے ہم نوا ہیں۔ مثلاً علی بن محمد السخاوی، علی بن محمد الصفاقسی، اور محمد بن ابی القاسم النویری وغیرہم۔

شرح طيبة النشر فى القراءات العشر میں النویری لکھتے ہیں:

" أن القرآن يكتفى فى ثبوته مع الشرطين المتقدمين بصحة السند فقط، ولا يحتاج إلى تواتر، وهذا قول حادث مخالف لإجماع الفقهاء والمحدّثين وغيرهم "۔[25]

"ان کا یہ قول کہ فقط دو مذکورہ شروط صحت سند کے ساتھ قرآن کے ثبوت کے لیے کافی ہیں اور یہ نیا قول فقہاء اور محدثین اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے اجماع کے خلاف ہے"۔

مزید لکھتے ہیں:

"ولقد ضل بسبب هذا القول قوم فصاروا يقرءون أحرفا لا يصح لها سند أصلا، ويقولون: التواتر ليس بشرط، وإذا طولبوا بسند صحيح لا يستطيعون ذلك"۔[26]

"اور یقیناً ایک گروہ اس قول کے سبب جادۂ مستقیم سے ہٹ گیا ہے وہ ان حروف کو بھی پڑھتے ہیں جن کی در حقیقت اسناد صحیح نہیں ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ تواتر شرط نہیں ہے اور جب ان سے صحیح سند کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو وہ اس سے عاجز ہیں"۔

غيث النفع فى القراءات السبع میں علی النوری الصفاقسی لکھتے ہیں:

"وهو من أعظم ما يحتاج إليه لأن القرآن سنة متبعة ونقل محض فلا بد من إثباتها وتواترها "۔[27]

"اسانید اور قرآن کی بابت مربوط طرق کا علم ہے اور یہ بات اسانید کا علم ہے اور وہ قرآن تک مربوط طرق ہیں اور اس اعتبار سے عظیم الشان ہے کہ اس لئے قرآن سنت متبعہ ہے اور نقلِ محض ہے پس اسکا اثبات اور تواتر لازمی امر ہیں"۔

مذکورہ مقرئین اپنا مؤقف بیان کرتے ہیں:

"إن القرآن عند الجمهور من أئمة المذاهب الأربعة -منهم الغزالي وصدر الشريعة وموفق الدين المقدسي وابن مفلح والطوفي-: هو ما نقل بين دفتي المصحف نقلًا متواترًا"۔[28]

"بے شک قرآن آئمہ اربعہ امام غزالی، صدر الشریعۃ موفق الدین المقدسی، ابن مفلح اور طوفی جیسے جمہور کے نزدیک وہ مصحف جو دو گتوں کے درمیان تواتر کے ساتھ منقول ہوا"۔

درج بالا بحث سے متعلق مبنی بر اعتدال بات علامہ جزری نے فرمائی ہے۔ جبکہ اَوائل عمری (طالب علمی کے دور میں) وہ تواتر کے قول کی طرف مائل تھے۔ النشر فى القراءات العشر میں ہے:

" وَقَدْ كُنْتُ قَبْلُ أَجْنَحُ إِلَى هَذَا الْقَوْلِ، ثُمَّ ظَهَرَ فَسَادُهُ وَمُوَافَقَةُ أَئِمَّةِ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ"۔[29]

"اس سے پہلے میں بھی اس قول کی طرف متوجہ تھا لیکن بعد میں اس کا فاسد ہونا مجھ پر ظاہر ہوا"۔

پھر اس فساد کی دو وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پہلی وجہ:

"فَإِنَّ التَّوَاتُرَ إِذَا ثَبَتَ لَا يُحْتَاجُ فِيهِ إِلَى الرُّكْنَيْنِ الْأَخِيرَيْنِ مِنَ الرَّسْمِ وَغَيْرِهِ إِذْ مَا ثَبَتَ مِنْ أَحْرُفِ الْخِلَافِ مُتَوَاتِرًا عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَجَبَ قَبُولُهُ وَقُطِعَ بِكَوْنِهِ قرآنا، سَوَاءٌ وَافَقَ الرَّسْمَ أَمْ خَالَفَهُ "۔[30]

"یقیناً جب کسی قراءۃ کا تواتر ثابت ہو گیا تو دوسرے دونوں ارکان (لغت عربی کی وجہ اور مصحف کی موافقت) کی ضرورت باقی نہیں رہے گی اس لیے کہ جب کسی قراءۃ کا متواتر ہونا ثابت ہو گیا تو وہ واجب القبول اور قطعی الثبوت قرآن ہے چاہے رسم مصحف کے مخالف ہو یا موافق"۔

"وَإِذَا اشْتَرَطْنَا التَّوَاتُرَ فِي كُلِّ حَرْفٍ مِنْ حُرُوفِ الْخِلَافِ انْتَفَى كَثِيرٌ مِنْ أَحْرُفِ الْخِلَافِ الثَّابِتِ عَنْ هَؤُلَاءِ الْأَئِمَّةِ السَّبْعَةِ وَغَيْرِهِمْ"۔[31]

"اگر ہر قراءۃ کے ثبوت کے لیے تواتر کی شرط عائد کریں قراءات سبعہ منقولہ میں سے بہت سی کی نفی ہو جائے گی"۔

لہٰذا ابن الجزری اپنی کتاب طيبة النشر في القراءات کے منظوم مقدمہ میں لکھتے ہیں:

14 - فكل ما وافق وجه نحو ... وكان للرسم احتمالا يحوي
15 - وصح إسنادا هو القرآن ... فهذه الثلاثة الأركان
16 - وحيثما يختل ركن أثبت ... شذوذه لو أنه في السبعة
17 - فكن على نهج سبيل السلف ... في مجمع عليه أو مختلف
18 - وأصل الاختلاف أن ربنا ... أنزله بسبعة مهونا
19 - وقيل في المراد منها أوجه ... وكونه اختلاف لفظ أوجه
20 - قام بها أئمة القرآن ... ومحرزو التحقيق والإتقان [32]

"ہر وہ قراءۃ جو وجہِ نحوی کے موافق ہو اور رسم کے بھی موافق۔ اگرچہ احتمالاً ہی ہو اور صحیح سند سے نقل کی گئی ہو تو وہ قرآن ہے۔ پس یہ ارکان ثلاثہ ہیں اور جہاں کہیں کسی بھی رُکن میں خلل آجائے تو وہ اس قراءۃ کے شذوذ کو ثابت کر دے گا۔ اگرچہ قراء سبعہ کی قراءۃ ہی ہو، تو ان مختلف فیہ اور موافق وجوہ میں تم آئمہ سلف کا راست اختیار کرو۔ اور ان مختلف اور متنوّع قراءات کی حقیقت اور اصل یہ ہے کہ اللہ نے انکو اُمت کی آسانی کے لیے سات لغات میں نازل کیا ہے۔ اور سات حروف کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اس سے جو وہ مراد لی گئی ہیں۔ اور انکا لفظی اختلاف بھی بہت عمدہ ہے۔"

دونوں آراء میں حد اعتدال اور تطبیق

اس ضمن میں علامہ ابن عاشور نے اپنی کتاب التحریر والتنویر میں مبنی بر اعتدال بات رقم کی ہے۔ جو دو انتہاؤں کے درمیان تطبیقی رائے ہے:

"قلت: وهذه الشروط الثلاثة هي شروط في قبول القراءة إذا كانت غير متواترة عن النبيﷺ، بأن كانت صحيحة السند إلى النبي ولكنها لم تبلغ حد التواتر فهي بمنزلة الحديث الصحيح، وأما القراءة المتواترة فهي غنية عن هذه الشروط لأن تواترها يجعلها حجة في العربية"۔[33]

"میرا یہ کہنا کہ یہ ارکان ثلاثہ قبول قراءۃ میں شرط ہیں۔ جب وہ نبی ﷺ سے تواتر کے ساتھ منقول نہ بایں وجہ کہ وہ قراءۃ آپ ﷺ سے بسند الصحیح تو منقول تھی۔ مگر تواتر کے درجہ کو نہیں پہنچتی تھی۔ تب وہ صحیح حدیث کے درجہ میں ہو گی۔ جب کہ قراءۃ متواترۃ ان تمام شروط و قیود سے مستغنی ہے۔ کیونکہ اس کا تواتر ہی اس کی عربیت میں دلیل کا درجہ رکھتا ہے"۔

اقرب الی الصواب رائے یہی معلوم ہوتی ہے کہ اس باب میں تواتر کو مطلقاً شرط قرار دینا مبالغہ ہے۔ اور امام غزالی کے جس قول کی بناء پر یہ بات کہی گئی کہ تواتر لازم ہے۔ یہ در حقیقت غلط بحث ہے کیونکہ ان کی بات قرآن حکیم سے متعلق ہے نہ کہ قراءات قرآنیہ سے متعلق۔ اور اس بات پر اجماع امت ہے کہ قرآن نزول سے اب تک تواتر سے جیل عن جیل منقول ہو کر ہم تک پہنچا ہے۔

شرائط قراءات صحیحہ

1- وہ قراءۃ سنداً صحیح ہو۔

2- رسم مصاحف عثمانیہ (جمیع مصاحف میں سے کسی ایک) کے موافق ہو، خواہ احتمالاً ہی ہو۔

3- قواعد لغتِ عربیہ کے مخالف وجہ نہ ہو۔

تیسری صدی ہجری کے اواخر میں درج بالا ضابطہ قراءات کی روشنی میں قراءات کی تحقیق و چھان بین کا آغاز ہوا۔ اس وقت تک آئمہ قراءات نے اس موضوع پر جو کتب تالیف کیں اُن کے تناظر میں قراءات کی جانچ پڑتال کی گئی۔ امام ابن مجاہد عَلَيْهِ الرَّحْمَة (اپنے دور کے قراء میں علم القراءات کے میدان میں بلند علمی مکان کے حامل اور مرجع خلائق تھے) نے **کتاب السبعة** تالیف کی۔ اسی طرح ابو بکر احمد بن حسین الأصبھانی المعروف ابن مہران نے الغاية فی القراءات العشر، المبسوط فی القراءات، حلب سے ابن غلبون، ابوالحسین طارہ بن عبد المنعم بن عبید اللہ نے التذکرۃ فی القراءات الثمان لکھیں۔ اس سے قبل پچیس قراءات پر مشتمل ایک کتاب ابو عبید القاسم نے تالیف کی ۔ ابو حاتم السجستانی نے اپنی کتاب میں بیس قراءات کا تذکرہ کیا اور رسمِ مصاحف عثمانیہ کے اختلافات کے موضوع پر بھی لکھا۔ کوفہ سے احمد بن جبیر بن محمد نے کتاب الخمسه کے نام سے پانچ قراء کی قراءات کو جمع کیا۔ جن میں مکہ، مدینہ، بصرہ، کوفہ، اور شام کے قراء کو شامل کیا گیا ہے

(وکان بعده أحمد بن جبیر ابن محمد الکوفی - - - جمع کتاباً فی القراءات الخمسة والقاضی اسماعیل بن اسحاق المالکی صاحب قالون ألّف کتاباً فی القراءات جمع فیه قراءة عشرین اماماً منهم هؤلاء السبعة-)[34]

اسحاق بن اسماعیل مالکی نے قراءات پر کتاب تالیف کی جس میں بیس قراءات بشمول قراءات سبعہ درج تھیں۔ بحوالہ امام مکی بن ابی طالب القیسی، امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے بھی الجامع کے نام سے قراءات پر ایک کتاب لکھی، جس میں کم و بیش بیس قراءات کا تذکرہ موجود تھا لیکن تاحال یہ کتاب منظر عام پر نہیں آ سکی۔

صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں:

(محمد بن جریر الطبری جمع کتاباً حافلاً سّماہ "الجامع" فیه فیف و عشرون قراءة-)[35]

علاوہ ازیں اس کتاب کا ذکر خود مصنف موصوف نے اپنی تفسیر جامع البیان عن تاویل آی القرآن میں بھی کیا ہے۔ قراءات قرآنیہ و مصاحف عثمانیہ پر ابو بکر عبد اللہ بن سلیمان بن اَشعث السجستانی نے **المصاحف** کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ النشر فی القراءات العشر میں ہے:

(فکان أول إمام معتبر جمع القراءات في کتاب أبو عبید القاسم بن سلام، وجعلهم فیما أحسب خمسة وعشرین قارئا مع هؤلاء السبعة، وتوفي سنة أربع وعشرین ومائتین-)[36]

آئمہ میں سے پہلے قابل اعتبار ابو عبید القاسم جنھوں نے میرے گمان کے موافق پچیس قراء کی قراءات کو جمع کیا جن میں وہ سات قراء بھی موجود ہیں۔

تعدد قراءات اور ان کی تحدید

غرضیکہ اس دور (دوسری صدی ہجری کے آخری اور تیسری صدی ہجری کے اوائل میں) متعدد قراء کی متفرق قراءات پڑھی پڑھائی جارہی تھیں۔ ان میں کوئی تقسیم و تخصیص نہ تھی اور درج بالا کتب کے تناظر میں بکثرت آئمہ قراء کے مذاہب و مناہج سامنے آئے۔ فقط ایک

بنیادی تقسیم یعنی قراءات صحیحہ اور قراءات شاذہ پر اعتماد کیا جاتا رہا۔ یہ وہ دور تھا جب نابغہ روزگار امام الوقت فی القراءۃ، شیخ المشائخ امام احمد بن موسی بن العباس بن مجاہد التمیمی البغدادی (جنھیں تاریخ میں 'ابن مجاہد' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) نے مقرر معیارِ قراءات یا ارکانِ قراءات کے پیش نظر مذکورہ قراءِ سبعہ قراءات کو اس میزان پر پرکھا اور (السبعۃ فی القراءات) لکھی۔ سات قراء کے لہجاتِ قراءات اس معیار کے عین مطابق تھیں اور وہ تمام آئمہ اپنے ادوار میں متفق علیہ تھے۔ جن پر اہل علم نے اعتماد کیا کتاب السبعۃ میں امام موصوف نے آئمہ قراء کے راویان کے طُرق بیان کیے اور رجال کی اسناد، اُن کے حالات، اتصالِ سند الی رسول اللہ ﷺ کی تفصیل کی۔ علم قراءات کی تاریخ میں امام ابن مجاہد پہلے شخص ہیں جنھوں نے سات قاریوں کی قراءات کی تحدید کی۔ غایۃ النہایہ فی طبقات القراء میں لکھا ہے:

(شيخ الصغة و أول من سبع السبعة --- وبعد صيته واشتهر أمره وفاق نظراءه --- مع الدين والحفظ والخير ولا أعلم أحدًا من شيوخ القراءات أكثر تلاميذ منه ولا بلغنا ازدحام الطلبة على أحد كازدحامهم عليه حكى ابن الأخرم أنه وصل إلى بغداد فرأى في حلقة ابن مجاهد نحوًا من ثلاثمائة مصدر وقال علي بن عمر المقرئ كان ابن مجاهد له في حلقته أربعة وثمانون خليفة يأخذون على الناس-)[37]

"شیخ ضاعت اور پہلے شخص جنھوں نے سبعہ کی اصطلاح استعمال کی جن کا چرچا دور دراز تک نشر و اشاعت اور شہرت میں بے مثال اور بلند مرتبہ، دین حفظ و صیانت اور بھلائی میں بے نظیر۔ میری معلومات کے مطابق آئمہ قراءات میں کوئی بھی نہیں جس کی اس قدر تعداد میں تلامذہ ہوں اور نہ ہی کوئی ایسا جن پر طلباء کا اس قدر ہجوم رہتا ہو۔ اجتنے تلامذہ نے ابن مجاہد سے کسب فیض کیا، ابن خرم نے بیان کیا کہ وہ بغداد پہنچے انہوں نے امام ابن مجاہد کے درس میں تین سو بڑے شیوخ کو استفادہ کرتے ہوئے پایا۔ اور علی بن عمر المقری نے کہا کہ امام موصوف کے حلقہ درس میں جو چوراسی خلفاء تحصیل علم کے لئے حاضر ہوتے تھے۔"

سات قراء کی قراءات کی تدوین و ترویج اور تحدید میں امام ابن مجاہد منفرد ہیں۔ پھر بعد ازاں اُن کے تلامذہ اور دیگر شیوخ اسی روش پر چلے جن میں نمایاں نام ابن خالویہ کی کتاب کے مشہور **الحجة فی القراءات السبعة** اور اندلس کے مشہور شیخ مکی بن ابی طالب القیسی (م:437) کی کتاب **الکشف عن وجوه القراءات السبع و عللها و حججها** کے ہیں۔

تدوین کا مواد

ابتدا میں علم قراءات فقط پڑھنے پڑھانے کی حد تک تھا۔ اور سینہ بہ سینہ منتقل ہو رہا تھا۔ جماعت صحابہ بقدر طاقت زبان نبوت ﷺ سے سماعت کی ہوئی آیات و احادیث، ان کی توضیح و تشریح کو یاد کر لیتے تھے اور نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حفظ کی تلقین فرماتے اور اس کار خیر کے عوض فضائل و انعامات کا بھی اعلان فرماتے۔ کائنات میں خود نبی مکرم ﷺ اولین حافظ اور قاری قرآن تھے۔ تمام عمر جبریل امین علیہ السلام سے رمضان المبارک میں اس کا دور فرمایا اور حیات طیبہ کے آخری سال دو مرتبہ دور کا التزام کیا تاکہ یہ نبوی طریقہ امت میں رائج اور راسخ ہو جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی یہ سنت متواترہ مبارکہ صدرِ اول سے لے کر اب امت میں جاری و ساری ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ جماعت ہیں جنھوں نے بالمشافہ آپ ﷺ سے قرآن پڑھا اور حفظ قرآن میں غیر معمولی دلچسپی کا ثبوت دیا۔ نتیجتاً حفاظ کی کثیر تعداد اس منہج کے لیے کمربستہ ہوئی اور تمام بلادِ اسلامیہ میں ایسے مذاکر و مدارس قائم ہوئے جہاں علوم قرآنیہ و دیگر علوم سکھائے جاتے بعض اوقات اسے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں ہزاروں میں ہوتی جو آئمہ قراء و مشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے۔

دورِ نبوی اور تحریری اجزاء

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چند اصحاب جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے وحی کو لکھا کرتے۔ کیونکہ فقط صدری حفاظت پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی قرآن حکیم کے تمام اجزاء کو لکھوا لیا گیا تھا۔ جب بھی نزولِ قرآن ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاتبینِ وحی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلاتے اور اسے درج کروا لیتے۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے:

(أن زيد بن ثابت قال: أرسل إلي أبو بكرو قال إنك كنت تكتب الوحي لرسول الله ﷺ)[38]

"بے شک زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میری طرف بھیجا اور فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی لکھتے تھے۔"

دوسری حدیث ہے:

(لما نزلت: {لا يستوي القاعدون من المؤمنين والمجاهدون في سبيل الله}. قال النبي ﷺ: (ادع لي زيدا، وليجئ باللوح والدواة والكتف، أو: الكتف والدواة). ثم قال: (اكتب: {لا يستوي القاعدون}). وخلف ظهر النبي ﷺ عمرو بن أم مكتوم الأعمى.)[39]

"جب **لا يستوى القاعدون** والی آیت نازل ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زید کو میرے پاس بلاؤ اور وہ تختی، دوات، شانہ یا شانہ اور دوات لے کر آئیں پھر فرمایا لکھو: **لا يستوى القاعدون** اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پچھلی جانب عمر بن ابن مکتوم تھے۔"

اور یہ کام بہت دقتِ نظری سے کیا جاتا رہا بوجہ ایں کہ اس دور میں کاغذ باآسانی میسر نہ تھا۔ اس لئے جس دن اشیاء پر الفاظ قرآنیہ کو رقم کیا جانا ہوتا انہیں بھی بطریقِ احسن تیار اور میسر کیا جاتا۔ مثلاً چمڑے کو رنگ دے کر اور اونٹ کے کندھے کی ہڈی کو صاف اور خشک کر کے قبل از وقت رکھا جاتا۔ اسی طرح کھجور کی چھال وغیرہم وہ اس لحاظ سے یہ ایک فقید المثال حفاظت تھی، المختصر تیئس سالہ دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حفظ و کتابت اور تعلیم و تعلّم کا کام بڑی حزم و احتیاط اور خلوص سے جاری رہا یعنی فقط حفظ پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ کیونکہ حوادثِ زمانہ اور پیرانہ سالی، امراض، بڑھتی عمر اور افکار جیسے عوامل انسانی حافظہ کو بتدریج کمزور کر دیتے ہیں۔ اور منشائے خداوندی سے یہ کتاب قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے رشد وہدایت کا سامان ہے۔ جبکہ گزشتہ کتب سماویہ تحریف سے محفوظ نہ رہ سکیں۔

منتشر مکتوبِ اجزاء کی کتابی صورت

وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلافت کے منصب پر فائز کیے گئے۔ ابھی تک قرآن کتابی صورت میں موجود نہ تھا بلکہ متفرق اجزاء مختلف اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے پاس محفوظ تھے۔ مثلاً کسی ایک صحابی کے پاس اگر ایک جزء یا سورۃ ہے تو دوسرے کے پاس دوسرا حصہ یعنی ایک یکجائی صورت نہ تھی۔ اس کے پس منظر میں بھی ایک حکمت تھی کہ گاہے بگاہے قرآن نازل ہو رہا تھا اور نسخِ آیات کا سلسلہ بھی جاری تھا اسی لیے ان تحریری اجزاء کو کتابی شکل دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حیات تھے۔ اس لئے موقع کی مناسبت سے احکام کا نزول حالات کے موافق ہوتا۔ جس میں عبادات، معاملات، جہاد و قتال، معیشت و معاشرت وغیرہم جیسی آیات شامل ہیں۔ مثال کے طور پر میت کی وراثت کی وصیت بارے صدرِ اوّل میں جو احکام دیے گئے بعد میں تنسیخِ آیات میں مذکورہ احکام ترمیم کر دی گئی۔ ان سب امور کی آگاہی اور تعلیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو متواتر دی جاتی رہی۔

اس امر میں سب سے پہلے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ترغیب دی کہ منتشر مکتوب قرآنی اجزاء کو باقاعدہ کتاب کی شکل دے دی جائے۔ اس کے مختلف اسباب وہ داعی تھے۔ اس ضمن میں صحیح بخاری و دیگر کتب حدیث میں روایات ملتی ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب فضائل القرآن کے باب جمع القرآن میں لکھتے ہیں:

(أن زید بن ثابت ﷺ قال: أرسل إلي أبو بكر ﷺ، مقتل أهل اليمامة، فإذا عمر بن الخطاب ﷺ عنده، قال أبو بكر ﷺ: إن عمر أتاني فقال: إن القتل قد استحر يوم اليمامة بقراء القرآن، وإني أخشى أن يستحر القتل بالقراء بالمواطن، فيذهب كثير من القرآن، وإني أرى أن تأمر بجمع القرآن۔)[40]

"سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اہل یمامہ کے قتل کے واقعات کی آگاہی کے لیے مجھے بلا بھیجا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کے پاس تھے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس اس مقصد سے آئے ہیں کہ جنگ یمامہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا شدید قتل ہوا اور مجھے اندیشہ ہے کہ اگر دیگر بلاد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی قتل جاری رہا تو قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا اور آپ حکم دیجئے کہ قرآن کو جمع کیا جائے۔"

مسلسل جہاد اور جنگوں میں متعدد لوگ شہید ہو جاتے، جن میں خاصی تعداد قراء صحابہ کی بھی ہوتی۔ وصال نبوی ﷺ اور خلافت صدیقی تک معاملہ اسی پر رہا اور حالات کے پیش نظر یہ تحریک سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے دی گئی کہ قرآن کو صدری حفاظت کے ساتھ بین الدفتین بھی جمع کر لیا جائے۔ فضائل الصحابۃ لاحمد میں ہے:

(عن زيد بن ثابت قال: قبض رسول الله ﷺ ولم يكن القرآن جمع، إنما كان في العسب، والكرانيف، وجرائد النخل، والسعف، فلما قتل سالم يوم اليمامة - قال سفيان: وهو أحد الأربعة الذين قال رسول الله ﷺ: «خذوا القرآن منهم» --- الى آخر الحديث)[41]

"سیدنا زید بن ثابت نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا اور قرآن جمع شدہ صورت میں موجود نہیں تھا، ان دنوں اجزاء کھجور کی خشک شاخیں، کھجور کے تنے کا حصہ، کھجور کی ٹہنیاں اور خوشبودار لکڑیاں تھیں۔ جب سالم رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے۔ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سالم رضی اللہ عنہ ان چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے جن کے بارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ان چاروں سے قرآن سیکھو۔"

کتاب المصاحف لابن ابی داؤد میں ہے:

(حدثنا عبد الله قال: حدثنا عبد الله بن محمد بن خلاد قال: حدثنا يزيد قال: أخبرنا مبارك، عن الحسن، أن عمر بن الخطاب سأل عن آية من كتاب الله فقيل كانت مع فلان فقتل يوم اليمامة فقال: «إنا لله وأمر بالقرآن فجمع، وكان أول من جمعه في المصحف»۔)[42]

"سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ میں سے ایک آیت بارے سوال کیا تو آپ کو بتایا گیا کہ اس آیت سے متعلق فلاں کو معلوم تھا جو جنگ یمامہ کے دن شہید کئے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اور جمع قرآن کا حکم دیا اور آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسے مصحف کی صورت میں جمع کیا۔"

نتائج:

قراءاتِ قرآنیہ کی حقیقت یہ ہے کہ مختلف قراءات قرآن کے نزول کا حصہ ہیں، اور فقہاء و مفسرین انہیں آیات کی طرح اہمیت دیتے ہیں۔

رسم عثمانی قراءات کو محفوظ رکھنے کا بنیادی اصول ہے، تاکہ قرآن کی مستند شکل برقرار رہے۔

سند اور تواتر لازمی ہیں، کیونکہ یہی کسی قراءت کو مستند یا غیر مستند ثابت کرتے ہیں۔

تجوید اور عربی لہجات قراءات کے اختلاف کا بنیادی سبب ہیں، جو قرآن کی فصاحت و بلاغت کو مزید اجاگر کرتے ہیں۔

تاریخی تدوین کے لحاظ سے امام ابن مجاہد اور دیگر محدثین نے قراءات کی مستند حیثیت کو قائم رکھنے کے لیے غیر متواتر قراءات کو الگ کیا۔

خلاصہ:

قراءات قرآنیہ کا علم قرآن کی حفاظت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ یہ نہ صرف امت کے لیے آسانی فراہم کرتا ہے بلکہ مختلف فقہی مسائل کے حل میں بھی مدد دیتا ہے۔ قراءات کی قبولیت کے لیے ان کا سند، رسم عثمانی اور عربی قواعد سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہے۔ جدید تحقیق میں قراءات کو ڈیجیٹل قرآن، تجوید سافٹ ویئرز اور اسلامی قوانین میں مزید بہتر طور پر استعمال کیا جارہا ہے، جو اس علم کی اہمیت کو مزید بڑھا رہا ہے۔

حواشی

[1] ابو بکر، الجصاص، احمد بن علی، رازی (م: 370ھ)، احکام القرآن، (بیروت: دار احیاء التراث العربی)، 346/2۔
Abū Bakr, al-Jaṣṣāṣ, Aḥmad bin ʿAlī, al-Rāzī (m. 370H), Aḥkām al-Qurʾān, (Bairūt: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī), 2/346.

[2] الجصاص، احکام القرآن، 346/2-

al-Jaṣṣāṣ, Aḥkām al-Qurʾān, 2/346

[3] الإمام الترمذي، الحافظ أبو عيسى محمد بن عيسى بن سورة (م: 279ھ)، الجامع الكبير سنن الترمذي، ط:1، 1430ھ/2009ء، دمشق: دار الرسالة العالمية، أبواب تفسير القرآن عن رسول الله ﷺ، باب ومن سورة فاتحة الكتاب، (رقم3184)- 213/5-

al-Imām al-Tirmidhī, al-Ḥāfiẓ Abū ʿĪsā Muḥammad bin ʿĪsā bin Sūrah (m. 279H), al-Jāmiʿ al-Kabīr Sunan al-Tirmidhī, ṭ. 1, 1430H/2009, Dimashq: Dār al-Risāla al-ʿĀlamiyya, Abwāb Tafsīr al-Qurʾān ʿan Rasūl Allāh ﷺ, Bāb wa min Sūrat Fātiḥat al-Kitāb, (raqm 3184), 5/213.

[4] الأمام القرطبي، أبو عبد الله محمد بن أحمد الأندلسي (م: 671ھ)، الجامع لأحكام القرآن والمبين لما تضمنه من السنة و آي الفرقان، (ط: 1977ھ، الرياض: دار عالم الكتب للنشر والتوزيع)، 11/4-

al-Imām al-Qurṭubī, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad bin Aḥmad al-Andalusī (m. 671H), al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān wa al-Mubīn limā Taḍammanahu min al-Sunna wa Āy al-Furqān, (ṭ. 1977H, al-Riyāḍ: Dār ʿĀlam al-Kutub lil-Nashr wa al-Tawzīʿ), 4/11.

[5] سورة يوسف 12: 3-1-

Sūrat Yūsuf 12: 1-3.

[6] سعيد بن منصور (م: 227ھ)، سنن سعيد بن منصور، (الرياض: دار الصميعي للنشر والتوزيع، الطبعة الأولى، 1417ھ/1997ء)، 250/1-؛ محمد بن وضاح القرطبي (م: 286ھ)، البدع والنهي عنها، (القاهرة: مكتبة ابن تيمية، الطبعة الأولى، 1416ھ)، باب: فيما يدال الناس بعضهم من بعض والبقاع، (رقم 254)، 169-

Saʿīd bin Manṣūr (m. 227H), Sunan Saʿīd bin Manṣūr, (al-Riyāḍ: Dār al-Ṣumayʿī lil-Nashr wa al-Tawzīʿ, al-Ṭabʿa al-Ūlā, 1417H/1997), 1/250.; Muḥammad bin Waḍḍāḥ al-Qurṭubī (m. 286H), al-Bidaʿ wa al-Nahy ʿAnhā, (al-Qāhira: Maktabat Ibn Taymiyya, al-Ṭabʿa al-Ūlā, 1416H), Bāb: Fīmā Yudāl al-Nās Baʿḍuhum min Baʿḍ wa al-Biqāʿ, (raqm 254), 169.

[7] أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني ابن ماجه (م: 273ھ)، سنن ابن ماجه، (دمشق: دار الرسالة العالمية، الطبعة الأولى، 1430ھ/2009ء)، باب في فضائل أصحاب رسول اللَّه ﷺ - باب فضل عبد الله بن مسعود، (رقم139)، 98/1 -

Abū ʿAbd Allāh Muḥammad bin Yazīd al-Qazwīnī Ibn Mājah (m. 273H), Sunan Ibn Mājah, (Dimashq: Dār al-Risāla al-ʿĀlamiyya, al-Ṭabʿa al-Ūlā, 1430H/2009), Bāb fī Faḍāʾil Aṣḥāb Rasūl Allāh ﷺ - Bāb Faḍl ʿAbd Allāh bin Masʿūd, (raqm 139), 1/98.

[8] سورة النحل 43:16-

Sūrat al-Naḥl 16:43.

[9] أبو بكر محمد بن عزيز العزيزى السجستانى (م: 330ھ)، غريب القرآن المسمّیٰ بنزهة القلوب، (سوريا: دار قتيبة، 1416ھ)، 381/1-

Abū Bakr Muḥammad bin ʿAzīz al-ʿAzīzī al-Sijistānī (m. 330H), Gharīb al-Qurʾān al-Musammā Nuzhat al-Qulūb, (Sūriyā: Dār Qutayba, 1416H), 1/381.

[10] أبو نصر إسماعيل بن حماد الجوهري الفارابي (م: 393ھ)، الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية، (بيروت: دار العلم للملايين، الطبعة الرابعة، 1407ھ/1987ء)،65/1-؛ زين الدين أبو عبد الله محمد بن أبي بكر بن عبد القادر الحنفي الرازي (م: 666ھ)، مختار الصحاح، (بيروت، صيدا: المكتبة العصرية-الدار النموذجية، الطبعة الخامسة، 1420ھ/1999ء)، 249-

Abū Naṣr Ismāʿīl bin Ḥammād al-Jawharī al-Fārābī (m. 393H), al-Ṣiḥāḥ Tāj al-Lugha wa Ṣiḥāḥ al-ʿArabiyya, (Bairūt: Dār al-ʿIlm lil-Malāyīn, al-Ṭabʿa al-Rābiʿa, 1407H/1987), 1/65.; Zayn al-Dīn Abū ʿAbd Allāh Muḥammad bin Abī Bakr bin ʿAbd al-Qādir al-Ḥanafī al-Rāzī (m. 666H), Mukhtār al-Ṣiḥāḥ, (Bairūt, Ṣaydā: al-Maktaba al-ʿAṣriyya - al-Dār al-Namūdhajiyya, al-Ṭabʿa al-Khāmisa, 1420H/1999), 249.

[11] سورة القيامة17:75-

Sūrat al-Qiyāmah 75:17.

[12] عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (م: 911ھ)، الإتقان في علوم القرآن، (الهيئة المصرية العامة للكتاب، الطبعة: 1394ھ/1974ء)، 181/1-

ʿAbd al-Raḥmān bin Abī Bakr, Jalāl al-Dīn al-Suyūṭī (m. 911H), al-Itqān fī ʿUlūm al-Qurʾān, (al-Hayʾa al-Miṣriyya al-ʿĀmma lil-Kitāb, al-Ṭabʿa: 1394H/1974), 1/181.

[13] سورة الزمر28:39-

Sūrat al-Zumar 39:28.

[14] السيوطي، الإتقان في علوم القرآن، 258/1-

Al-Suyūṭī, al-Itqān fī ʿUlūm al-Qurʾān, 1/258.

[15] سورة المائده 119:5-

Sūrat al-Māʾidah 5:119.

[16] بخاری، صحيح البخاري، (رقم 3459)، 4/452-

Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, (Raqm 3459), 4/452.

[17] أيضاً، (رقم4076) 5/269-

Ibid, (Raqm 4076), 5/269.

[18] القشيري، أبو الحسين مسلم بن الحجاج النيسابوري (م: 261هـ)، المسند الصحيح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل عن رسول الله ﷺ - صحيح الإمام مسلم، (القاهرة: مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، 1374هـ - 1955م)، كتاب الأشربة، باب: بيان أن كل مسكر خمر، وأن كل خمر حرام، (رقم 2001)، 3/1586-

Al-Qushayrī, Abū al-Ḥusayn Muslim bin al-Ḥajjāj al-Nīsābūrī (m. 261H), al-Musnad al-Ṣaḥīḥ al-Mukhtaṣar min al-Sunan bi-Naql al-ʿAdl ʿan al-ʿAdl ʿan Rasūl Allāh ﷺ - Ṣaḥīḥ al-Imām Muslim, (al-Qāhira: Maṭbaʿat ʿĪsā al-Bābī al-Ḥalabī wa-Sharikāh, 1374H - 1955M), Kitāb al-Ashriba, Bāb: Bayān anna Kulla Muskir Khamr, wa-anna Kulla Khamr Ḥarām, (Raqm 2001), 3/1586.

[19] أبو حنيفة، النعمان بن ثابت (م: 150هـ)، مسند أبي حنيفة، رواية الحصكفي، (مصر: الآداب)، كتاب العلم، (رقم 01)؛ ابن ماجه، أبو عبد الله محمد بن يزيد (م: 273هـ)، سنن ابن ماجه، (دمشق: دار الرسالة العالمية، ط: 1، 1430هـ-2009م)، (رقم 224)، 1/151-

Abū Ḥanīfah, al-Nuʿmān bin Thābit (m. 150H), Musnad Abī Ḥanīfah, Riwayat al-Ḥaṣkafī, (Miṣr: al-Ādāb), Kitāb al-ʿIlm, (Raqm 01); Ibn Mājah, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad bin Yazīd (m. 273H), Sunan Ibn Mājah, (Dimashq: Dār al-Risālah al-ʿĀlamiyyah, Ṭ. 1, 1430H-2009M), (Raqm 224), 1/151.

[20] سورة البقرة 2:115-

Sūrat al-Baqara 2:115.

[21] سورة التوبة 9:100-

Sūrat al-Tawba 9:100.

[22] القرطبي، أبو عبد الله، محمد بن أحمد الأنصاري (م: 648 هـ)، الجامع لأحكام القرآن والمبين لما تضمنه من السنة وآي الفرقان، القاهرة: دار الكتب المصرية، الطبعة: الثانية (1384 هـ - 1964 م)، 1/54-

Al-Qurṭubī, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad bin Aḥmad al-Anṣārī (m. 648H), Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān wa-al-Mubayyin li-mā Taḍammanahu min al-Sunnah wa-Āy al-Furqān, (Al-Qāhirah: Dār al-Kutub al-Miṣriyyah, Ṭ. 2, 1384H - 1964M), 1/54.

[23] سورة الانعام6:136-

Sūrat al-Anʿām 6:136.

[24] أبو الثناء، محمود بن عبد الرحمن (أبي القاسم) ابن أحمد بن محمد، شمس الدين الأصفهاني (م 749 هـ)، بيان المختصر شرح مختصر ابن الحاجب، السعودية: دار المدني، الطبعة: الأولى (1406 هـ - 1986 م)، 1/461-

Abū al-Thanā’, Maḥmūd bin ʿAbd al-Raḥmān (Abī al-Qāsim) bin Aḥmad bin Muḥammad, Shams al-Dīn al-Iṣfahānī (m. 749H), Bayān al-Mukhtaṣar Sharḥ Mukhtaṣar Ibn al-Ḥājib, (Al-Suʿūdiyyah: Dār al-Madanī, Ṭ. 1, 1406H - 1986M), 1/461.

[25] النُّوَيْري، محمد بن محمد بن محمد، أبو القاسم، محب الدين (م 857 ھ)، شرح طيبة النشر في القراءات العشر، بيروت: دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى (1424 ھـ - 2003 م)، 1/117-

Al-Nuwayrī, Muḥammad bin Muḥammad bin Muḥammad, Abū al-Qāsim, Muḥibb al-Dīn (m. 857H), Sharḥ Ṭayyibat al-Nashr fī al-Qirā’āt al-ʿAshr, (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Ṭ. 1, 1424H - 2003M), 1/117.

[26] النُّوَيْري، شرح طيبة النشر في القراءات العشر، 1/117-

Al-Nuwayrī, Sharḥ Ṭayyibat al-Nashr fī al-Qirā’āt al-ʿAshr, 1/117.

[27] الصفاقسي، غيث النفع في القراءات السبع، 16-

Al-Ṣafāqisī, Ghayth al-Nafʿ fī al-Qirā’āt al-Sabʿ, 16.

[28] أيضاً، 1/117-

Ibid, 1/117.

[29] الجزري، النشر في القراءات العشر، 1/13-

Al-Jazari, Al-Nashr fi al-Qira'at al-'Ashr, 1/13.

[30] الجزري، النشر في القراءات العشر، 1/13-

Al-Jazari, Al-Nashr fi al-Qira'at al-'Ashr, 1/13.

[31] أيضاً-

Ibid.

[32] الجزري، شمس الدين أبو الخير، محمد بن محمد بن يوسف (م 833ھ)، مَتْنُ طَيِّبَةِ النَّشْرِ فِي الْقراءات الْعَشْرِ (جدة: دار الهدى، الطبعة: الأولى، 1414ھ - 1994م)، 32-

Al-Jazari, Shams al-Din Abu al-Khayr, Muhammad bin Muhammad bin Yusuf (d. 833 AH), Matn Tayyibat al-Nashr fi al-Qira'at al-'Ashr (Jeddah: Dar al-Huda, 1st edition, 1414 AH - 1994 CE), p. 32.

[33] ابن عاشور، محمد الطاهر بن محمد بن محمد الطاهر بن عاشور التونسي (المتوفى: 1393ھ)، التحرير والتنوير: تحرير المعنى السديد وتنوير العقل الجديد من تفسير الكتاب المجيد (تونس: الدار التونسية للنشر، الطبع: 1984م)، 1/53-

Ibn 'Ashur, Muhammad al-Tahir bin Muhammad bin Muhammad al-Tahir bin 'Ashur al-Tunisi (d. 1393 AH), Al-Tahrir wa al-Tanwir: Tahrir al-Ma'na al-Sadid wa Tanwir al-'Aql al-Jadid min Tafsir al-Kitab al-Majid (Tunis: Al-Dar Al-Tunisiyyah li al-Nashr, 1984 CE), 1/53.

[34] الجزري، النشر في القراءات العشر، 1/33-

Al-Jazari, Al-Nashr fi al-Qira'at al-'Ashr, 1/33.

[35] القسطنطيني، حاجي خليفة، مصطفى بن عبد الله (م: 1067ھ)، كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون (إسطنبول: طبع بعناية وكالة المعارف، 1941م = 1360ھ)، 735-

Al-Qustantini, Haji Khalifa, Mustafa bin Abdullah (d. 1067 AH), Kashf al-Zunun 'an Asami al-Kutub wa al-Funun (Istanbul: Published under the supervision of Wakala al-Ma'arif, 1941 CE = 1360 AH), p. 735.

[36] الجزري، النشر في القراءات العشر، 1/33-

Al-Jazari, Al-Nashr fi al-Qira'at al-'Ashr, 1/33.

[37] الجزري، غاية النهاية في طبقات القراء، 1/381-

Al-Jazari, Ghayat al-Nihaya fi Tabaqat al-Qurra, 1/381.

[38] بخارى، صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب: جمع القرآن، (رقم4701)- 4/1907-

Bukhari, Sahih al-Bukhari, Kitab Fada'il al-Qur'an, Bab: Jam' al-Qur'an, (No. 4701), 4/1907.

[39] أيضاً-

Ibid.

[40] بخارى، صحيح البخاري، (رقم 4701)-

Bukhari, Sahih al-Bukhari, (No. 4701).

[41] الشيباني، أبو عبد الله، أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد (m:241هـ)، فضائل الصحابة (بيروت: مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1403هـ – 1983م)، فضائل امير المؤمنين عمر بن الخطاب، ومن فضائل عمر بن الخطاب من حديث أبي بكر بن مالك، عن مشايخه غير عبد الله بن أحمد، ومن فضائل أبي بكر أيضا، (رقم 591)، 1/390-

Al-Shaybani, Abu Abdullah, Ahmad bin Muhammad bin Hanbal bin Hilal bin Asad (d. 241 AH), Fada'il al-Sahaba (Beirut: Mu'assasat al-Risalah, 1st ed., 1403 AH – 1983 CE), Fada'il Amir al-Mu'minin 'Umar bin al-Khattab, Wa min Fada'il 'Umar bin al-Khattab min Hadith Abi Bakr bin Malik, 'an Mashayikhihi Ghayr 'Abdullah bin Ahmad, wa min Fada'il Abi Bakr ayḍan, (No. 591), 1/390.

[42] السجستاني، أبو بكر بن أبي داود، عبد الله بن سليمان بن الأشعث الأزدي السجستاني (م: 316هـ)، كتاب المصاحف (القاهرة: الفاروق الحديثة، الطبعة: الأولى، 1423هـ - 2002م) باب جمع القرآن، جمع عمر بن الخطاب رضي الله عنه القرآن في المصحف، 60-

Al-Sijistani, Abu Bakr bin Abi Dawud, Abdullah bin Sulayman bin al-Ash'ath al-Azdi al-Sijistani (d. 316 AH), Kitab al-Masahif (Cairo: Al-Faruq al-Hadithah, 1st ed., 1423 AH - 2002 CE), Bab Jam' al-Qur'an, Jam' 'Umar bin al-Khattab radiyallahu 'anhu al-Qur'an fi al-Mushaf, p. 60.